آج (۱۲ربیع الاوّل) محبوبِ ربّ العالمین، اللہ کے آخری رسول، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا یومِ ولادت بھی ہے اور یومِ وفات بھی۔

سورج کے لئے طلوع وغروب مقرر کیا گیا ہے جو طلوع ہو کر سامنے آتا ہے اور غروب ہو کر ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔سورج نہ ہر وقت سامنے رہتا ہے نہ غائب رہتا ہے اگر ہمہ وقت طلوع رہتا تو بھی عدمِ برداشت کا باعث بنتا اور اس کا ہمہ وقت غائب رہنا بھی حرارت کی کمی اور برودت کے اضافے کی وجہ سے نباتات اور حیوانات کے لئے بربادی کا سبب بن جاتا۔اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ سورج کا طلوع ہونا بھی نفع بخش ہے اور غروب بھی فائدہ مند ہے۔

سورج کے طلوع سے دنیا روشن ہو جاتی ہے، اشیاءِ کائنات کی استفادی صلاحیتیں بے نقاب ہو جاتی ہیں۔وہ سورج سے نور لیتی ہیں۔اُس کے غروب کے بعد ان کے نور افگن اجزا سے حرارت اور نئی نئی روشنیاں نمودار ہوتی ہیں۔تب ہی انسان کوشش کرتا ہے کہ روشنی اور گرمی جس بھی مادے میں موجود ہے اُسے اپنی قوتِ ایجاد کے ذریعے باہر نکال کر دنیا کو روشن کرے۔چقماق ہو، دیا سلائی ہو، لالٹین اور چراغ ہوں یا لیمپ، ٹارچ اور بجلی کے قمقمے، یہ سب انسان کی قوتِ ایجاد کے کرشمے ہیں جو کبھی ظہور پذیر نہ ہوتے اگر سورج غروب نہ ہوتا۔اور انسان کی تمام تر ایجادی صلاحیتیں پردۂ اخفاء میں رہ جاتیں۔پس سورج کا طلوع بھی نعمت اور غروب بھی رحمت ہے۔

بعینہٖ آفتابِ رسالت ؐ کا ظہور انسانیت کے لئے عظیم نعمت ہے جس سے دنیا نے علم و اخلاق اور عمل و ہدایت کی روشنی اور حرارت حاصل کی، اپنے دل و دماغ کو روشن کیا جس سے انہوں نے خالق و مخلوق کے تعلق کو پہچان کر اپنا عقیدہ، عبادات اور اعمال کو درست کیا، یوں روحانی نشوونما کا سلسلہ جاری ہوا۔

۲۳ سال تک آفتابِ نبوت ؐ نے نبوی فیض پھیلایا۔قانونِ فطرت کے تحت یہ آفتابِ نبوت ؐ و رسالت ۱۲ ربیع الاوّل ۱۰ ہجری کو پسِ پردہ چلا گیا، آنحضرت ﷺ کی رحلت ہوگئی۔یہ ایک عظیم سانحہ تھا مگر ساتھ ہی حضور اکرم ﷺ کی ۲۳ سالہ شب و روز محنت سے تیار ہونے والی وارثانِ نبوت کی جماعت کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کی محنت کے اثرات و ثمرات ظاہر کرنے کا آغاز بھی تھا۔یعنی وارثانِ نبوت میں جو روشنی فیضانِ نبوت سے آئی تھی اُس کے ظہور کا وقت آیا جس سے دین ایک مرتّب و منظّم ادارہ خلافت کی صورت میں دنیا کے سامنے آیا۔

اگر یہ آفتابِ نبوت ؐ و رسالت ؐ پردۂ اخفا میں نہ جاتا تو کس کی مجال تھی کی آپ ؐ کے روبرو اپنا اجتہاد و استنباط پیش کرتا، نتیجہ یہ نکلتا کہ افرادِ امت کی اجتہادی صلاحیتیں کبھی سامنے نہ آتیں۔سورج غروب ہوا تو انسان کی ایجادی صلاحیتیں سامنے آئیں، آفتابِ نبوت و رسالت کے پردہ کر لینے سے اجتہادی صلاحیتیں اور قابلیتیں نمودار ہوئیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے نبوّت کے بعد نبوّت اور رسالت کے بعد رسالت آتی تھی مگر خاتم النّبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی ختمِ نبوّت کے صدقے ادارۂ خلافت وجود میں آیا جس کی استنباطی صلاحتیں نمایاں ہونا ممکن ہوسکیں، اس اعتبار سے آفتابِ نبوّت ؐ کا پردۂ اخفا میں جانا بھی اللہ کی حکمتِ بالغہ سے ایک نعمت بن گیا۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت اور ذمہ داریاں

آج دنیا میں 60 آزاد مسلمان ممالک ہیں، آبادی کے لحاظ سے پوری دنیا کا پانچواں حصہ ہیں، افرادی اور قدرتی وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے، مختلف شعبوں میں بعض مسلمان ممالک ترقّی کے قابلِ ذکر مرحلے پر ہیں، خواندگی کا مجموعی تناسب کو کم ہے لیکن جدید علوم کے بہت سے شعبوں میں مسلمان بڑے ممتاز مقامات پر فائز ہیں اور انفرادی سطح پر بڑی کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں۔ہمارے ڈاکٹر، انجینئر اور سائنسدان قدم قدم پر حیرت انگیز کارنامے سرانجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان ممالک کو افرادی، زمینی اور قدرتی وسائل سے اس طرح مالا مال کیا ہوا ہے کہ زندگی کا کوئی تقاضا ایسا نہیں جسے پورا کرنے کی استعداد اُن میں نہ ہو یا وہ منصوبہ بندی اور کوشش سے یہ استعداد حاصل نہ کر سکتے ہوں۔**کمی صرف یہ ہے کہ**۔۔مسائل کو حل کرنے، وسائل کو یکجا کرنے اور صلاحیتوں کو بروئے کار لانے والا ادارہ موجود نہیں ہے۔۔۔اور وہ ادارہ ہے۔۔۔**ادارۂ خلافت**۔

بحیثیت مسلمان ہمیں یہ بات ایک لمحے کے لئے بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ہم آخری اُمّت ہیں، قرآن و سنّت کے مطابق

دنیائے انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ہے، اگر ہم خود ہی اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر پوری طرح نہیں چلیں گے تو دوسروں کی ہدایت کا سامان کیسے کریں گے؟ اللہ کے حکم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق ساری دنیا کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ایک جسم کے مختلف اعضاء ہیں، مگر ہم نا اتفاقی اور بے اعتمادی کی وجہ سے دنیا کے سامنے ایک تماشا بن چکے ہیں۔

اسلام دُشمن ہماری اس حالت سے بہت خوش ہیں کیونکہ نا اتفاقی اور اختلاف کے بیج بو کر، قبائلی اور نسلی عصبیتوں کو اُبھار کر اُنہوں نے اُمّتِ مسلمہ کی وحدت کی علامت **ادارۂ خلافت** سے مسلمانوں کو محروم کیا تھا اور اس انجام تک پہنچایا تھا کہ آج مسلمان جاہلی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ ادارۂ خلافت کو بحال کر کے اپنی عالمگیر اخوت اور اتحاد سے دنیا کی سب سے بڑی قوت بن سکتے ہیں اور بین الاقوامی سطح پر بہت کم مدّت میں عظیم تبدیلیاں برپا کر سکتے ہیں۔

ہم نے یکم جنوری ۱۹۷۶ء کو خلافت کی ضرورت و اہمیت کا شعور بیدار کرنے کیلئے ''خلافت اکیڈمی'' قائم کی اور ایک مجلّہ ''اَمارتِ شرعیہ'' کے نام سے جاری کیا جس میں اس موضوع پر علمی و فکری مضامین شائع ہوتے رہے۔ خلافت اکیڈمی کی اس طویل محنت کے نتیجے میں مسلمان مردوں عورتوں میں قیامِ خلافت کا شعور پختہ ہوا تو اُن کی طرف سے یہ مطالبہ دن بدن زور پکڑتا گیا کہ ادارۂ خلافت کی بحالی کے لئے علمی سطح سے بلند ہو کر عملی جد وجُہد بھی شروع کی جائے۔

خلافت و اَمارت کے قیام کی حیثیت

اسلام میں خلافت و اَمارت یعنی خلیفہ یا امیر کا تقرر مسلمانوں پر شرعاً واجب ہے کیونکہ خلافت دراصل مُقدمہ واجب کا ہے۔ مقدمہ اُس چیز کو کہتے ہیں جس پر کسی دوسری چیز کا قیام موقوف ہو۔ جیسے چھت موقوف ہے دیواروں یا ستونوں پر، لہٰذا دیوار یا ستون چھت کا مقدّمہ کہلائیں گے۔ اور واجب اُس چیز کو کہتے ہیں جس کے نہ ہونے سے موت واقع ہو جائے، لہٰذا واجب نام ہے زندگی اور بقا کا، جبکہ زندگی کا قیام اس بات پر موقوف ہے کہ مہلک اعمال مٹ جائیں۔ اس طرح زندگی دو چیزوں پر موقوف ہوئی، ایک صحیح عمل میں تو ازن دوسرے بدعملی کا روکنا۔ اِس کام کے لئے ایک آدمی چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منصب پر رہ کر معاملات میں درستی پیدا کرے۔ اِسی کا نام خلافت، اَمارت اور ریاست ہے۔

خلافت و اَمارت اُن اعمال میں سے ہے جن کا شریعت حکم دیتی ہے۔ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ خلافت کے بغیر ایک رات بھی نہ گذارو، اسی بنا پر خلافت واجب ہے۔ **ادارۂ خلافت کو وجود میں لائے بغیر نفاذِ اسلام یا غلبۂ دین محض ایک حسین نعرہ ہے یا ایک ایسا خواب جو ہمیشہ محتاجِ تعبیر رہے**۔ جہاں کہیں مسلمان آزاد اور خود مختار ہیں اُن پر مکمل دین کو نافذ کرنا واجب ہے اور ادارۂ خلافت کی بحالی بھی انفرادی و اجتماعی طور پر اُن کے ذمہ واجب ہے۔

ہم نے اِس شرعی تقاضے اور مسلم عوام کے مطالبے کو مدِّ نظر رکھ کر خلافت اکیڈمی کو (۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۱ اپریل ۲۰۰۶ء بروز منگل) اَمارتِ شرعیہ کی تحریک میں بدلنے کا فیصلہ کیا۔

بنیادی نکات

☆ معبود و اِلٰہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔

☆ ایمان باللہ سے مراد اللہ کو صرف خالق ماننا ہی نہیں بلکہ اُسے اُسکی تمام صفتوں اور شانوں کے ساتھ تسلیم کرنا ہے، جیسے اُسے حاکم ماننا اور انسانوں کے مسائل و مشکلات کے حل میں ہادی ماننا وغیرہ۔

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں۔

☆ ختم نبوت نے مسلمانوں پر قرآنی نظام نافذ کرنے کی ذمہ داری بذریعہ ادارۂ خلافت عائد کر دی ہے۔

☆ قرآن، اللہ کا کلام اور اُمت کا مکمل رہنما ہے۔

☆ قرآن کی تبلیغ و تنفیذ کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کامل و اکمل نمونہ ہے۔

☆ کسی چیز اور عمل کو پرکھنے کا معیار کتاب وسنّت ہے۔

☆ تمام انبیاء ورُسل علیہم السّلام کی بعثت اور کتابوں کے نزول کا مقصد عالَمِ انسانیت میں **ربوبیتِ الٰہیہ** کے مظاہر عدالت، صداقت اور اخوت ومساواتِ انسانی کا قیام بذریعہ **حاکمیتِ الٰہی** رہا ہے۔

☆ تمام اولادِ آدمؑ واجب التکریم ہے اور بنیادی ضروریاتِ زندگی کی آئینی طور پر حقدار ہے۔

☆ اُمت کے زوال کا باعث دوطرزِ عمل ہیں (۱) اختلاف کو مخالفت سمجھ لینا۔(۲) اشخاص کو اُن کے علمی وعملی کارنامے دیکھے بغیر پہلے ممدوح اور پھر معبود بنالینا۔

☆ اُمت کی بقا، ثبات اور استحکام قرآن وسنّت کی بالادستی قائم کرنے اور ایک ایسے ادارے کے قیام سے مشروط ہے جو کتاب وسنّت کی مکمل تنفیذ کا ذمہ دار اور مسلم عوام کو جوابدہ ہو۔

☆ اُمت مسلمہ کے زوال کا علاج اجتماعی عسکری قوت کے حصول اور امت کی زندگی سے معاشی تعطل دور کئے بغیر ممکن نہیں۔

☆ اکیسویں صدی قرآنی سائنسز کی صدی ہے، غیر قرآنی افکار اور اُن کے حاملین اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

☆ اشتراکی فلسفہ کے خاتمے کے بعد مغربی سوشل سائنسز کا فلسفہ اور سیاسی حکمتِ عملی قریب المرگ ہیں، اِسلئے قبل از وقت متبادل نظام دے کر انسانیت کو سنبھالا دینا دردمند مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

☆ ادارۂ خلافت کی بحالی سے مذہبی تفرقہ، سیاسی گروہ بندی، معاشی استحصال اور مذاہب کی انسان دشمنی کا خاتمہ ہوگا۔

ہماری دعوت

ہماری دعوت ادارۂ خلافت کی بحالی ہے۔جو آزاد وخودمختار ہو۔۔۔قرآن وسنّت کے نفاذ کا ضامن ہو۔۔۔اور اُمت میں وحدت پیدا کرنے کا ذمہ دار ہو۔

پاکستان میں امارتِ شرعیّہ کے قیام کا مسئلہ

وطنِ عزیز میں نفاذِ شریعت ایک ایسا موضوع ہے جس پر گذشتہ اٹھاون سال سے علماء اور اسلامی دانشور اظہارِ خیال کرتے چلے آرہے ہیں۔دستور ساز مجالس کے اراکین اور دستور سازی میں معاون کمیٹیاں اس مسئلہ کے متعلق مختلف تجاویز دیتی چلی آرہی ہیں۔مزید برآں اسلامی دستور اور اس کا نفاذ قومی صحافت کا موضوع، ملکی سیاست کا محور اور عوامی تحریکوں کی روحِ رواں کی حیثیت کا حامل رہا ہے۔اس مسئلہ کی غیر معمولی اہمیت کی بنیادی وجہ خود تحریکِ پاکستان کا پس منظر ہے۔

تحریکِ پاکستان کے ساتھ مسلمانوں کی جذباتی وابستگی اُس وقت پیدا ہوئی جب مسلم لیگ نے مسلمانوں کو نئے وطن پاکستان میں شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا یقین دلایا اور اُن کی گمشدہ متاعِ عظیم۔۔۔**نظامِ خلافت**۔۔۔کے قیام کا وعدہ کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی اُمت کے لئے قرآنِ حکیم اور اپنی سُنّت کے علاوہ وہ نظامِ جماعت چھوڑا تھا جس میں نہ پارٹی بازی تھی اور نہ ہی انتشار تھا۔اُمتِ مُسلمہ کا یہ جماعتی نظام، امارتِ شرعیّہ کے اصول کے تحت مربوط اور مستحکم طریقے پر دعوت اِلی الخیر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اقامتِ صلوٰۃ، ایتاءِ زکوٰۃ اور ترویجِ اَمن وعدل کا کام انجام دیتا رہا ہے۔ لیکن ایک طویل عرصہ سے مسلمانوں کے پاس کتاب وسُنّت تو موجود ہیں مگر خلافت وامارت کا جماعتی نظام درہم برہم ہو چکا ہے جس کی وجہ سے مسلمان کتاب وسُنّت کی اجتماعی برکات سے محروم چلے آرہے ہیں۔جبکہ مسلمانوں نے تاریخ کی کتابوں سے پڑھ کر اور علماءِ حق سے سُن کر، بلکہ اس سے بھی پہلے لوریوں اور حکایتوں کی صورت میں سن کر **خلافت وامارت** کا حسین وجمیل منظر اپنے دلوں میں بسا رکھا ہے، ذہنوں میں جما رکھا ہے اور آنکھوں میں سمو رکھا ہے۔اِسی لئے امارتِ شرعیّہ کا قیام مسلمانوں کی قومی خواہش اور ملّی آرزو رہا ہے۔

چنانچہ جب پاکستان کی خالق جماعت نے شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا اعلان کیا تو برصغیر کے مسلمان پروانہ وار مسلم لیگ کے اردگرد جمع ہوگئے۔انہوں نے نہ اس بات کی پروا کی کہ جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں کے مسلم باشندے ہندوؤں کی چیرہ دستی کا شکار رہیں گے اور نہ اُن لوگوں کی آواز پر کان دھرے جو اُنہیں انگریز سے آزادی حاصل کرنے کی اولیت اور دیگر امور باہم گفت وشنید

سے طے کرنے کا طریقہ سمجھا رہے تھے۔ آخر کار مسلمانوں نے جان، مال، عزت وآبرو کی بے مثال قربانیاں دے کر پاکستان کے خواب کو حقیقت میں بدل دیا۔

کشمکش کی ابتدا

قیامِ پاکستان کے بعد چند شخصیات کے علاوہ حکومت کا نظام چلانے والی تمام مشینری انگریز کی تیار کردہ تھی جو ادارۂ خلافت بحال کرنے اور اُسے چلانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا اُس مشینری نے اسلامی دستور اور شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے وعدے سے انحراف کے راستے تلاش کرنا شروع کر دیئے، دوسری طرف عوامی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے علمائے شریعت اور بعض دینی سیاسی جماعتیں اُٹھ کھڑی ہوئیں اور بہت جلد عوام کے ایمانی جذبے کی نمائندہ اور نفاذِ شریعت کی ترجمان بن گئیں۔

مغرب زدہ طبقے کی ناکامی اور کامیابی

مغرب زدہ طبقہ نفاذِ شریعت کے عوامی مطالبے کے سامنے بہت جلد پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا لیکن یہ پسپائی صرف اس حد تک تھی کہ۔۔۔ وہ یہاں کوئی لادینی دستور نافذ نہ کر سکا اور نہ کسی لادینی دستور کی پیشانی پر اسلامی دستور کا نام لکھ کر اپنا کھوٹا سکہ چلا سکا۔۔۔ اس سلسلہ میں ہمارے جن اکابر علماءؒ اور دینی جماعتوں نے جد وجُہد کی ہے وہ سب کے سب لائقِ تحسین وتبریک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجرِ عظیم کے مستحق ہیں۔

ہر علم وفن اور فکر وفلسفہ اپنی مخصوص اصطلاحات کا حامل ہوتا ہے۔ کسی اصطلاح کو اپنانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس کے پورے فکر وفلسفہ کو قبول کر لیا گیا ہے۔۔۔ جس پہلو سے مغرب زدہ طبقے کو مکمل کامیابی حاصل ہوئی۔ وہ کامیابی تھی۔۔۔ اصطلاحات کا من چاہا استعمال۔۔۔ اصطلاحات کے من مانے استعمال کے ذریعے نہ صرف مسلم عوام کو یرغمال بنا لیا گیا بلکہ اُنہیں کنفیوژ بھی کر دیا گیا۔۔۔ اس طبقہ نے حکومتی ڈھانچے اور حکومتی نظام سے متعلق تمام اصطلاحات وہی اختیار کر لیں جو مغربی استادوں نے انہیں سکھائی تھیں۔ اس حادثے سے بڑھ کر سانحہ یہ ہوا کہ ہمارے علماء اور دینی سیاسی جماعتوں کے قائدین بھی اس معاملہ میں مغرب زدہ طبقے کے ساتھ چل پڑے۔ اسلامی فکر کے حاملین نے جب خود کو مصلحت پسند بنا لیا تو اُنہوں نے یہ طے کر لیا کہ ہمیں صرف اسلامی اصولوں کو منوانے پر زور صرف کرنا چاہیئے۔ مظاہر، ہیئت اور اصطلاحات کی اتنی اہمیت نہیں کہ ان کے لئے محاذ آرائی کی جائے۔

مغربی اصطلاحات اور ہیئت قبول کرنے کے نتائج

بظاہر تو یہ بات بہت معقول نظر آتی ہے اور اس کی اسی ظاہر فریبی کے باعث عوام تو کیا خواص بھی دھوکہ کھا گئے۔ اُنہوں نے یہ خیال کیا کہ سربراہِ مملکت کو خلیفہ یا امیر کہنے کے بجائے صدر یا وزیرِ اعظم کہنے میں کیا حرج ہے؟ ریاست کو اسلامی کے ساتھ جمہوری بھی کہہ دیں تو کیا مضائقہ ہے؟ مجلسِ شوریٰ کی جگہ پارلیمنٹ یا قومی اسمبلی کا نام اختیار کر لیں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ قاضی کو مجسٹریٹ یا جج کہنے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟ مزید ظلم یہ ہوا کہ اسلامی ریاست کے ڈھانچے کو قرآنی تعلیمات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور خلفائے راشدینؓ کی سنت سے اخذ کرنے کی بجائے اس پر اکتفا کر لیا گیا کہ برطانیہ کا پارلیمانی نظام یا امریکہ کا صدارتی نظام اپنے ہاں قائم کر لیا جائے۔ اس ظلمِ عظیم کے بھیانک نتائج اپنی مہلک صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں مگر آج بھی ہمارے خواص ان نتائج کا اصل سبب سمجھنے سے قاصر ہیں۔

حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ اگر عبودیت اور خشوع وخضوع کے اوصاف پیدا کرنے کے لئے کوئی شخص نماز کی اُس ہیئت کو ترک کر دے جو شریعت نے مقرر کی ہے اور اُس کی جگہ ہندی یا یونانی ہیئتوں کو اپنا لے یا نماز کی اسلامی ہیئت میں ان کا جوڑ لگانے کی کوشش کرے تو اس طرح اسلامی عبودیت کے مقاصد تو حاصل نہیں ہوں گے البتہ وہ شخص ان اجنبی ہیئتوں اور طریقوں کو اپنا کر بتدریج اسلامی عبودیت کے مقاصد بھول جائے گا۔

وضو اور نماز کی ادائیگی کے لئے جدید وسائل اور سہولیات سے ضرور فائدہ حاصل کرنا چاہیئے لیکن وضو اور نماز کی اصل ہیئت میں

معمولی تبدیلی سے بھی ان کا پورا مزاج بدل جائے گا اور اصلی غرض فوت ہو جائے گی۔ کیونکہ ارشادِ نبویؐ کے مطابق ''کسی بدعت کو اختیار کرنے سے نظام اسلام میں سے اُسی درجے کی کوئی نہ کوئی سنت خارج ہو جاتی ہے''۔ اسی لئے جب اسلام کے کامل اصولوں کو مغرب سے درآمد شدہ دستوری ڈھانچوں کے ذریعے بروئے کار لانے کی کوشش کی گئی تو خود اسلامی اصولوں کی صورت بگڑ گئی۔

اس ضمن میں دونوں نظاموں کے چند پہلوؤں پر غور کر لینا مفید ہوگا۔

مغربی پارلیمانی نظام اور اُس کے لازمی تقاضے

پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ اور اسلامی دُنیا کے اتحاد کا نقطۂ آغاز بننا تھا لیکن مغرب کا پارلیمانی نظام اپنایا گیا جس کے یہ نتائج حاصل ہوئے:

۱) سربراہِ مملکت بے اختیار اور محض زینت کی چیز بن گیا۔

۲) وزیر اعظم تمام اختیارات کا مالک ٹھہرا۔

۳) قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔۔حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف۔۔اور ان کے درمیان تعاون کی فطری شکل تصادم کی صورت اختیار کر گئی۔

۴) حزبِ اقتدار اپنی حکومت کو بچانے میں اور حزبِ اختلاف حکومت کو گرانے میں سرگرم رہی۔ کرسی کو بچانے اور کرسی کو اُلٹانے کی اس چھینا جھپٹی میں غیبت، بہتان، الزام تراشی، ناموں کا بگاڑ، شکلوں کا بگاڑ یعنی کارٹون اور خاکے، تذلیل وتحقیر کے نت نئے طریقے ایجاد کئے جاتے رہے اور ان ناجائز امور کا ارتکاب مسلسل جاری ہے۔

۵) کسی پارٹی سے تعلق رکھنے والے ہر فرد پر لازم ٹھہرا کہ وہ حق وباطل کا لحاظ کئے بغیر ہر حال میں اپنی پارٹی کا ساتھ دے اور مخالف پارٹی کی مخالفت کرے۔

مغربی ہیئت کا اَمارتِ شرعیّہ سے تصادم

۱) اسلام کے **نظامِ خلافت** میں خلیفہ یا امیر کو جملہ انتظامی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرح حکومتِ شرعیہ میں ظاہری وباطنی کشمکش کا امکان نہیں ہوتا۔

۲) اسلام مسلمانوں کو ایک جماعت قرار دیتا ہے۔ ایک امت میں تَحزّب شرک اور پارٹی بازی حرام ہے۔

۳) خلیفہ یا امیر مکمل یکسوئی اور پوری جماعت کے تعاون سے ربوبیتِ عالمینی کو عام کرتے ہوئے تنفیذِ شریعت، اقامتِ عدل، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فرائض ادا کرتا ہے۔

۴) ہر شخص اپنے ایمان اور ضمیر کے مطابق حق کا حامی اور باطل کا مخالف ہوتا ہے۔

مجلسِ شوریٰ یا پارلیمنٹ

مغربی پارلیمانی نظام کو اپنانے کا ایک نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ امیر کی مجلسِ شوریٰ قائم کرنے کی بجائے اسمبلی یا پارلیمنٹ قائم کی گئی۔ امیر کی مجلسِ شوریٰ اور اسمبلی کی ساخت، روایات، حدود کار اور اُسلوبِ عمل میں بنیادی اختلافات ہیں۔

مجلسِ شوریٰ عام مسلمانوں کی اُس انتہائی قابلِ اعتماد جماعت کو کہا جاتا ہے جو دیانت وامانت سے خلیفہ یا امیر کو اُس کے فرائض ادا کرنے کے سلسلہ میں مشورے دیتی ہے۔ امیر اُس کے مشوروں کے ساتھ کام کرنے کا پابند اور اُس کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔ مجلسِ شوریٰ تمام امور میں خلیفہ یا امیر کی معاون ومددگار ہوتی ہے۔ جبکہ پارلیمینٹ کا بنیادی کام قانون سازی اور انتظامیہ کا احتساب ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سربراہ اور پارلیمینٹ کے درمیان تعاون کی بجائے ہمیشہ کشمکش اور لڑائی کی کیفیت پائی جاتی ہے، پھر باقاعدہ حزبِ اختلاف کی موجودگی کشمکش کی اس فضا کو مزید خطرناک بنانے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی شرکت

قرآن نے اُولِی الْاَمر کے ساتھ مِنکُم کی لازمی قید لگائی ہے۔جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کو چلانے میں غیر مسلموں کی شرکت کی کوئی گنجائش نہیں۔وہ جزیہ ادا کر کے اسلامی ریاست میں رہنے کا حق ضرور رکھتے ہیں۔پاکستان کی پارلیمنٹ میں غیر مسلموں کو نمائندگی کا حق دے کر پاکستان کی نظریاتی حیثیت کو پامال کر دیا گیا۔اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر مخلوط انتخابات کا طریقہ رائج کر کے مسلم ریاست کی ہیتِ ترکیبی کو ہی بدل کر رکھ دیا گیا۔۔۔**یہ طرزِ عمل نظریۂ پاکستان کی مکمل نفی ہے۔۔۔** کیونکہ اس سے دوقومی نظریہ جو کہ پاکستان کی اساس ہے ختم ہو گیا اور اس کی جگہ وطنی قومیت کے نظریے نے لے لی۔

خواتین کی نمائندگی

مساواتِ مرد وزن کے مغربی نظریہ کے تحت ایک فحش اور فاش تحریف یہ کی گئی کہ اسمبلی میں خواتین کی نمائندگی لازم قرار دے دی گئی۔جس کے نتیجے میں وزارت،سپیکر اور سینٹ کے چیئر پرسن کا منصب حاصل کرنا اُن کا حق ٹھہرا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ عورتیں اجتماعی معاملات اور سیاست میں برابر کا حصہ لیں تا کہ قوم اُن کی کارکردگی کے اعتبار سے اُن کو سیاسی مراتب پر فائز کرے۔یوں ایک مخلوط معاشرے کی راہ ہموار کر دی گئی۔

اب تو ہر شعبۂ زندگی میں عورت اور مرد کی مساواتِ کامل کا نظریہ ایک ایسا طے شدہ اُصول بن چکا ہے کہ خود دینی و سیاسی جماعتوں نے بھی اس کو اپنے دستور اور منشور کا لازمی جزو بنا لیا ہے۔

جبکہ یہ سب کتاب وسنت کی واضح ہدایات کے سراسر خلاف ہے،مغربی اور امریکی سیاسی فکر وفلسفہ کے مطابق خاتون صدر یا وزیر اعظم بن سکتی ہے،لیکن خلیفہ یا امیر نہیں بن سکتی کیونکہ خلافت وامارت نبی کریم ﷺ کی جانشینی ہے۔ تاہم نظامِ خلافت میں خواتین کی شمولیت اُسی حد تک ہوتی ہے جس حد تک کتاب وسنت کی نصوص اجازت دیتی ہیں۔

مغربی جمہوریت اور امارتِ شرعیہ میں فرق

مغربی جمہوریت میں رائے عامہ کو اس طرح خطا سے پاک سمجھا جاتا ہے جس طرح اسلامی تعلیمات میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو خطاؤں سے پاک سمجھا جاتا ہے۔مغربی جمہوریت میں حق وباطل کا معیار اور خیر وشر کی کسوٹی عوامی خواہشات کو سمجھا جاتا ہے جبکہ خلافت و امارت میں معیارِ حق کتاب وسنت ہیں،قانون ساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کی تشریح وتنفیذ خلافت و امارت کی ذمہ داری ہے۔اگر بالفرض صرف ایک شخص حق پر ہو اور باقی تمام دنیا غلط ہو تو اسلام اُس ایک **صاحبِ حق** کا حامی ہے۔

لہٰذا پارلیمانی نظام،صدارتی نظام،پرولتاری اور فاشی آمریت سب کے سب غیر اسلامی نظام ہیں جن کی پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

پاکستان میں شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں۔۔۔لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مطالبہ کی عملی تشکیل کے لئے ایک ایسی تحریک ہو۔۔۔**جو مغربی فکر کی مرعوبیت سے آزاد ہو۔۔۔جو ہوا کے رُخ پر چلنے کی بجائے اپنی پوری طاقت کو صحیح اور مکمل اسلامی نظام کے مقصد پر مرکوز کر سکے۔۔۔جو اسلامی اصولوں یا اُس کی تنظیمی ہیئت کے بارے میں کسی مصلحت یا مداہنت پر آمادہ نہ ہو۔**

''تحریک امارتِ شرعیہ''۔۔۔امید کی روشن کرن

موجودہ دور میں حالات انتہائی پیچیدہ ہیں،ہر طرف مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے ہیں،ہر شخص پکار رہا ہے۔۔۔اندھیرا،اندھیرا۔۔۔تاریکی،تاریکی۔۔۔**ایسے میں دیا سلائی جلائی ہے اور ایمان وعزیمت کی شمع روشن کر دی ہے۔**کسی مرعوبیت کے بغیر ادارۂ خلافت کی بحالی کے لئے **''تحریک امارتِ شرعیہ''** کے قیام کا اعلان کر دیا ہے۔

طریقہ کار

اس تحریک کا پہلا مرحلہ ''**ذہن سازی**'' ہے۔۔۔ جو نبی کریم ﷺ کی دعوتی جدوجُہد سے ماٰخوذ ہے۔۔۔ آپؐ کی دعوت کا اصول اور اُسلوب ''**خطابِ عام**'' اور ''**تربیتِ خاص**'' ہے۔۔۔ خطابِ عام یہ کہ جب بھی کوئی مسئلہ پیدا ہوتا آپؐ صحابہؓ کو بُلاتے اور اُس مسئلہ کو پیش کرتے، اُس پر گفتگو ہوتی، شعور بیدار ہوتا اور عام ذہن بنتا۔۔۔ تعلیمِ نبویؐ یہ ہے کہ ''ذہن سازی کرو''، ''تعلیم دو'' اور ''شعور بیدار کرو''۔۔۔ یہ ہے خطابِ عام کا طریقہ جو رسول اللہ ﷺ نے اپنایا، اسی طریقے کو ہمیں بھی اپنانا چاہیے تاکہ ذہن بنیں اور کامیابی حاصل ہو۔

''تربیتِ خاص'' یہ ہے کہ آپؐ کی خدمت میں مختلف قبائل کے لوگ دور دراز کا سفر کر کے حاضر ہوتے، آپؐ کی خدمت میں ٹھہرتے۔۔۔ آپؐ ان کی خصوصی تربیت فرماتے۔۔۔ یہ لوگ تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو کر اپنے قبائل کی طرف لوٹ جاتے اور وہاں لوگوں کو تعلیم دیتے اور اُن کی تربیت کرتے۔۔۔ انہی حضرات کو اصحابِ صُفّہ کہا جاتا ہے۔

لہٰذا تحریک کا دعوتی مرحلہ ''**خطابِ عام**'' اور ''**تربیتِ خاص**'' کے ذریعے مسلمانوں کی ذہن سازی کرنا ہے۔۔ اس مرحلہ میں کامیابی حاصل کر لینے کے بعد اگلے مراحل میں کامیابی یقینی ہے۔۔۔ جب ایک نظریہ عوام کا اعتماد حاصل کر لیتا ہے تو وہ ایک تحریک بن جاتا ہے، پھر انتخاب اور انقلاب کی تفریق ختم ہو جاتی ہے۔۔۔ وہی نظریہ غالب آ کر برسرِ اقتدار آتا ہے کیونکہ عوام کے ارادے کو حقیقت بننے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

پس، ہم عوام کو صحیح دینی سیاسی فکر سے روشناس کرائیں گے اور اُنہیں اپنے ساتھ ملا کر انتخابی عمل کے ذریعے نظام کو تبدیل کر کے دکھائیں گے۔ اِنْشَاءَ اللّٰہ بِفَضْلِ اللّٰہ

نئے انتخابی نظام کی ضرورت

پاکستان کے موجودہ سیاسی و سماجی حالات میں انتخابی طریقہ کار کی تبدیلی اسقدر ضروری ہے کہ اس نیک خواہش کا اظہار تمام دینی سیاسی جماعتیں متعدد بار کر چکی ہیں لیکن اُس مطلوبہ تبدیلی کے لئے واضح اور متعین تجاویز کبھی نہیں دے سکیں۔ ہم درج ذیل پانچ تجاویز پر مشتمل نیا انتخابی نظام مفید سمجھتے ہیں۔

(۱) ہر ووٹر کے لئے ووٹ ڈالنا قانوناً لازم قرار دیا جائے۔

اس سے ہر ووٹر میں احساس پیدا ہو گا کہ وہ ایک زندہ اور آزاد قوم کا مخلص فرد اور ایک فرض شناس شہری ہے، جسے اپنے تحفظ کے لئے مفاد پرستوں کے خلاف کھڑا ہونا ہے۔

(۲) انتخاب افراد کی بجائے جماعتوں کی بنیاد پر کرائے جائیں یعنی جماعتوں کے نام پر ووٹ ڈالے جائیں۔

اس سے عہدہ طلبی ختم ہو گی اور موزوں ترین افراد ذاتی سرمایہ خرچ کیے بغیر اسمبلی میں پہنچیں گے۔۔۔ انتخابات صرف پیسے والوں کا کھیل بن کر نہیں رہے گا جیسے آج کل ہو رہا ہے۔

(۳) انتخابی عمل دو مراحل میں مکمل کیا جائے (الف) الیکشن یعنی انتخاب۔۔۔ (ب) سلیکشن یعنی چناؤ۔

اس طریقے سے پہلے مرحلہ میں دینی و سیاسی جماعتیں متحد ہو کر یعنی ''اتحادِ شرعیہ'' بنا کر ایک انتخابی نشان کے تحت انتخابات میں حصہ لیں گی اور انشاء اللہ انتخاب جیت جائیں گی۔۔۔ دوسرے مرحلے میں ''اتحادِ شرعیہ'' میں شامل کامیاب جماعتیں اپنی اپنی جداگانہ حیثیت میں جماعتی بنیادوں پر اپنا ملک گیر چناؤ کرائیں گی۔ سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والی جماعت حکمران قرار پائے گی۔۔۔ اس طرح آپس میں جماعتی تصادم بھی نہیں ہو گا اور قومی و ملکی مفادات پروان چڑھیں گے۔

(۴) یہ کامیاب جماعت ہی اسمبلی کی تمام سیٹوں کو موزوں ترین افراد سے پُر کرے گی اور حکومت بنائے گی۔

اس سے یک جماعتی اسمبلی و حکومت وجود میں آئے گی جو دوسری جماعتوں کی کھینچا تانی سے محفوظ رہے گی، ہارس ٹریڈنگ اور فلور کراسنگ کے مسائل پیدا نہیں ہوں گے، تاہم تمام ارکان حق و صداقت کو اپنا معیار بنا کر اسمبلی میں کام کریں گے۔۔۔ یہی طریقہ کار خلافتی

حکومت کا رہا ہے۔

اہم نوٹ

''**تحریک اَمارتِ شرعیہ**'' حکومت بنانے سے پہلے اسمبلی میں سے اپنا سربراہِ مملکت منتخب کرے گی جس کو '**امیرِ پاکستان**' کہا جائے گا۔۔۔جو عقیدۂ ختم نبوت اور عقیدۂ خلافت پر غیر متزلزل ایمان رکھتا ہو گا۔۔۔کتاب وسنت کا براہِ راست علم رکھتا ہو گا۔۔۔احکامِ شریعت کا پابند ہو گا۔۔۔خود امیدوار نہیں بنے گا اور نہ اپنے انتخاب کے لئے لابنگ کرے گا۔۔۔وہ اپنی حکومت کتاب وسنت کی تعلیمات اور خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خود بنائے گا۔

(۵) کامیاب جماعت اَمارت وحکومت سنبھالنے سے پہلے متعیّنہ مدت میں تمام غیر اسلامی قوانین کو اسلامی قوانین میں تبدیل کرنے کی ذمہ داری قبول کرے گی۔۔۔اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں ناکامی کی صورت میں مقررہ سزا کی مستوجب ہو گی۔

کامیاب جماعت کو قبل از قیامِ حکومت پابند بنا لینے سے حکومتِ وقت کی طرف سے وعدہ خلافی کا امکان کم سے کم ہو جائے گا۔

حکومتِ شرعیہ کا دستوری خاکہ

(۱) پاکستان کے تمام مسلمان ایک جماعت ہیں اُن میں کسی قسم کی تفریق وانتشار پیدا کرنے یا اُنہیں اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔۔۔ایسا کرنے والی جماعت قابلِ سزا ہو گی۔

(۲) امیرِ پاکستان کا انتخاب پانچ سال کے لئے ہو گا۔

(۳) امیر پاکستان عقیدۂ ختم نبوت اور عقیدۂ خلافت پر غیر متزلزل ایمان رکھتا ہو گا۔۔۔کتاب وسنت کا براہِ راست علم رکھتا ہو گا۔۔۔احکامِ شریعت کا پابند ہو گا۔

(۴) قومی اسمبلی امیر پاکستان کی مجلسِ شوریٰ ہو گی جس کے ارکان کی تعداد دو سو ہو گی۔

(۵) خواتین کے مسائل کو حل کرنے کے لئے خود خواتین کی منتخب کردہ ایک مجلس ہو گی جس کے ارکان کی تعداد ایک سو ہو گی

(۶) غیر مسلموں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ہر مذہب کے تناسب سے خود اُن کی منتخب کردہ الگ مجلس ہو گی۔

(۷) ہر مجلس کی میعاد تین سال ہو گی۔

(۸) امیر پاکستان کو ملکی وحکومتی نظم ونسق چلانے کے لئے منتخب مجلسِ شوریٰ کے ارکان میں سے اپنے وزراء کی مجلس منتخب کرنے کا اختیار ہو گا۔

(۹) مجلسِ وزراء میں کوئی شخص اُس وقت تک شامل رہ سکتا ہے جب تک وہ مجلسِ شوریٰ کا رُکن ہے اور اُس کو امیر پاکستان کا اعتماد حاصل ہے۔

(۱۰) امیر پاکستان ہر صوبے کے لئے متعلقہ صوبے کی مجلس شوریٰ کے مشورے سے ایک انتظامی سربراہ مقرر کرے گا جو ''عامل'' کہلائے گا۔

(۱۱) صوبے کے عامل کے لئے اُسی طرح مجلس شوریٰ ہو گی جس طرح مرکز میں امیر پاکستان کے لئے تجویز کی گئی ہے۔

(۱۲) خواتین اور غیر مسلموں کے لئے مرکز کی طرح صوبوں میں الگ الگ مجلس ہو گی۔

(۱۴) ہر صوبائی مجلس کی میعاد بھی تین سال ہو گی۔

(۱۵) صوبے کا عامل اپنے وزراء کی مجلس، صوبائی مجلس شوریٰ کے ارکان میں سے منتخب کرے گا۔

(۱۶) بجٹ، عدلیہ اور عمالِ حکومت (سول سروسز) کے لئے اُن ضابطوں کو اختیار کیا جائے گا جو ۱۹۵۶ء کے آئین میں درج ہیں۔

(۱۷) تمام مذہبی مسالک کے معتمد علیہ اکتیس علماء کے مجوزہ بائیس نکات کو دستور میں شامل کیا جائے گا، جن کے مطابق ہر شہری کو تقریر وتحریر کی مکمل آزادی حاصل ہو گی۔

(۱۸) تمام شہریوں کو بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کرنا۔۔۔حکومتِ شرعیہ کی ذمہ داری ہو گی۔

(۱۹) قوانین کا اوّلین مأخذ کتاب وسنت ہوں گے۔

حکومت شرعیہ کے بنیادی اصول

غیر منقسم پاکستان کے اکتیس سربرآوردہ اور تمام فرقوں کے جید اور قابلِ اعتماد علماء کا ایک اجلاس ۱۲ تا ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ بمطابق 21 تا 25 جنوری 1951 زیر صدارت علامہ سید سلیمان ندویؒ بر مکان حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ کراچی میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس میں شرکت کرنے والے علماء میں سے چند بزرگوں کے نام درج ذیل ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا عبد الحامد قادری بدایونی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب، حضرت مولانا اطہر علی صاحب (مشرقی پاکستان)، حضرت محمد امین الحسنات (پیر صاحب مانکی شریف)، حضرت مولانا داؤد غزنوی صاحب، حضرت قبلہ مفتی جعفر حسین صاحب، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب (تھیڑی خیر پور میرس) حضرت مولانا محمد صادق صاحب (کھڈہ، کراچی)، حضرت مولانا ظفر احمد انصاری صاحب۔

علماءؒ کے اِس اجلاس میں متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ مملکت شرعیہ کے دستور میں درج ذیل بائیس نکات لازماً شامل ہونے چاہییں، ان کے بغیر کوئی دستور، اسلامی دستور نہیں ہوسکتا۔

بائیس نکات

(۱) تشریعی وتکوینی حیثیت سے اصل حاکم اللہ ربّ العالمین ہے۔

(۲) ملک کا قانون کتاب وسنت پر مبنی ہوگا اور کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جا سکے گا نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جا سکے گا جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

(**تشریحی نوٹ**) اگر ملک میں پہلے سے کچھ ایسے قوانین جاری ہوں جو کتاب وسنت کے خلاف ہوں تو اس کی تصریح ضروری ہے بتدریج ایک معینہ مدت کے اندر منسوخ کیے جائیں گے یا شریعت کے مطابق تبدیل کردیے جائیں گے۔

(۳) مملکت کسی جغرافیائی، نسلی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ اُن اصول ومقاصد پر مبنی ہوگی جن کی اساس اسلام کا پیش کردہ ضابطۂ حیات ہے۔

(۴) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ قرآن وسنت کے بتائے ہوئے معروفات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے، اسلامی شعائر کے احیاء و اعلاء کا انتظام کرے اور مسلّمہ اسلامی فرقوں کے لئے اُن کے اپنے مذاہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔

(۵) اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ مسلمانانِ عالم کے رشتۂ اتحاد واخوت کو قوی سے قوی تر کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیتِ جاہلیہ کی بنیادوں پر ابھرنے والے نسلی، لسانی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کی راہیں مسدود کرکے ملتِ اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ اور استحکام کا انتظام کرے۔

(۶) مملکت بلاامتیاز مذہب ونسل تمام لوگوں کو لازمی انسانی ضروریات یعنی خوراک، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہوگی۔ جو اکتسابِ رزق کے قابل نہ ہوں یا نہ رہے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگاری، بیماری یا کسی دیگر وجہ سے فی الحال سعی اکتسابِ رزق پر قادر نہ ہوں۔

(۷) باشندگانِ ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعتِ اسلامیہ نے اُن کو عطا کیے ہیں یعنی قانونی حدود کے اندر جان، مال، عزت وآبرو کا تحفظ، مذہب ومسلک، عبادات، ذات، اظہارِ رائے، نقل وحرکت، اجتماع اور اکتسابِ رزق کی آزادی، ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی ادارات سے استفادہ کا حق۔

(۸) مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سندِ جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع فراہم کیے بغیر عدالت کوئی سزا نہ دے۔

(۹) مسلّمہ اسلامی فرقوں کو قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ اُنہیں اپنے پیروکاروں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ اپنے نظریات کی آزادی سے اشاعت کرسکیں گے۔ اُن کے شخصی معاملات کے فیصلے اُن کے اپنے فقہی

مذہب کے مطابق ہوں گے۔ ایسا انتظام کرنا مناسب ہوگا کہ اُنہی کے قاضی یہ فیصلے کریں۔

(۱۰) مملکت کے غیر مسلم باشندگان کو قانونی حدود کے اندر مذہب وعبادت، تہذیب وثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔ اُنہیں اپنے شخصی معاملات اپنے مذہبی قانون یا رسم ورواج کے مطابق چلانے کا حق حاصل ہوگا۔

(۱۱) مملکت کے غیر مسلم باشندوں سے حدودِ شریعہ کے اندر رہتے ہوئے جو معاہدات کیے گئے ہوں اُن کی پابندی لازمی ہوگی اور جن شہری حقوق کا دفعہ ۷ میں ذکر کیا گیا ہے اُن میں مملکت کے غیر مسلم باشندگان مساوی شریک ہوں گے۔

(۱۲) رئیسِ مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدیّن، صلاحیت اور اصابتِ رائے پر جمہور یا اُن کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔

(۱۳) رئیسِ مملکت ہی نظامِ مملکت چلانے کا اصل ذمہ دار ہوگا، البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جز و کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

(۱۴) رئیسِ مملکت کی حکومت مستبدانہ یا آمرانہ نہیں بلکہ شورائی ہوگی۔ یعنی وہ ارکانِ حکومت اور جمہور کے منتخب نمائندوں سے مشورہ لے کر اپنے فرائض سرانجام دے گا۔

(۱۵) رئیسِ مملکت کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ دستور کو کلاً یا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

(۱۶) جو جماعت رئیسِ مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی وہی کثرتِ رائے سے اُسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

(۱۷) رئیسِ مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مؤاخذہ سے بالاتر نہیں ہوگا۔

(۱۸) ارکان و عُمالِ حکومت اور عام شہریوں کے لئے یکساں قانون وضابطہ ہوگا اور اُس کو دونوں پر عام عدالتیں نافذ کریں گی۔

(۱۹) محکمہ عدالت، محکمہ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہوگا تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئت انتظامیہ سے متاثر نہ ہو۔

(۲۰) ایسے افکار ونظریات کی تبلیغ واشاعت ممنوع ہوگی جو مملکتِ اسلامی کے اساسی اُصول ومبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

(۲۱) مملکت کے مختلف اقطاع اور ولایات، مملکتِ واحدہ کے اجزائے انتظامی تصور ہوں گے۔۔۔ اُن کی حیثیت نسلی، لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں ہوگی بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی۔۔۔ جنہیں انتظامی سہولتوں کے پیشِ نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا۔۔۔ مگر اُنہیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

(۲۲) دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

غریب اور مظلوم عوام کے لئے خوشخبری

''**نظامِ امارت شرعیہ**'' کے نفاذ سے ویسے تو ہر شعبۂ زندگی میں اِس مبارک نظام کی برکات ظاہر ہوں گی لیکن جو طبقہ سب سے زیادہ مستفید ہوگا وہ اِس ملک کے ۸۵ فیصد غریب اور مظلوم عوام ہیں جنہوں نے اِس ملک کو بنایا اور ضرورت پڑنے پر اِس ملک کے تحفظ کے لئے تن من دھن کی بازی لگادینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

اِس نظام کے تحت بننے والی حکومت اِس طبقے کو اُن تمام بنیادی ضروریات کو مہیا کرنے کی ضمانت دے گی جو حسبِ ذیل ہیں۔ یعنی جب تک اَمارتِ شرعیہ قائم رہے گی یہ عوامی ضروریات مہیا کی جاتی رہیں گی۔

(۱) معیاری اور صحت بخش پیٹ بھر کھانا۔

(۲) موزوں لباس۔

(۳) ہر خاندان کے لئے کم از کم تین درمیانے درجے کے کشادہ کمروں پر مشتمل آرام دہ ذاتی مکان۔

(۴) بیماری کی صورت میں مکمل علاج معالجہ کی سہولت۔

(۵) بچوں کی تعلیمی عمر شروع ہونے پر دینی ودنیاوی تعلیم دلانے کا انتظام ہوگا جس کا کم از کم معیار میٹرک کے برابر ہوگا۔ اِس کے ساتھ اُس وقت کے ناخواندہ بالغوں کو پرائمری درجہ تک لازمی تعلیم دی جائے گی۔

(۶) ہر خاندان کی معیاری زندگی کے لئے ماہانہ آمدنی کا مناسب معیار مقرر کیا جائے گا۔ کم آمدنی والے لوگوں کے لئے حکومت زراعانت

فراہم کرے گی۔

(۷) کسی نا انصافی یا حق تلفی کی صورت میں فوری، آسان اور مفت انصاف بذریعہ محلّہ انصاف کمیٹی مہیا کیا جائے گا۔

(۸) اولاد جوان ہونے پر ازدواجی زندگی کے لئے آسانیاں مہیا کی جائیں گی جس سے خاندان میں بیٹیوں کو باعثِ برکت سمجھا جائے گا۔

(۹) غیر مسلم اقلیتوں کو جملہ بنیادی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

اِمارتِ شرعیہ کے قیام کا یہ کام اگرچہ مشکل دکھائی دیتا ہے کہ موروثی اور اغیار کے کاسہ لیس برسرِ اقتدار طبقہ کے حق اقتدار کو چیلنج کیا جائے۔ لیکن ہر مشکل کام کا آغاز تو کرنا ہی پڑتا ہے۔۔ کٹھن اور لمبے سفر کا آغاز بھی پہلا قدم اُٹھانے سے ہی ہوتا ہے۔۔۔ ہم نے الحمد للہ **تحریک امارتِ شرعیہ** قائم کر کے اس کام کا آغاز کر دیا ہے۔۔۔ ہم سب سے پہلے اُن دردمند مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو اُمت کی کھوئی ہوئی عزت، عظمت اور شان و شوکت کی بحالی کے غم میں کبھی اِدھر کبھی اُدھر دیکھ رہے ہیں۔۔۔ آئیں، قدم اُٹھائیں، آگے بڑھیں۔۔۔ **اللہ کی تائید و نصرت، اپنے خلوص اور عوامی شعور** پر اعتماد کر کے اِس عظیم کام میں ہمارے ساتھی بنیں۔۔۔ ہم عزم و استقلال سے اَمارتِ شرعیہ کے قیام کے لئے آگے بڑھیں گے تو تائیدِ الٰہی بھی ہمارے ساتھ ہوگی اور ہمیں منزل مل کر رہے گی۔ انشاءاللہ۔

کریں گے اہلِ نظر نئی بستیاں آباد

تحریک کی تنظیمی ترتیب

(۱) نام:

اِس تحریک کا نام ''تحریک امارتِ شرعیہ پاکستان'' ہوگا۔

☆ اِس دستور کو ''دستور تحریک امارتِ شرعیہ پاکستان'' کہا جائے گا،

(۲) نفاذِ دستور:

☆ یہ دستور ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ (۱۱ اپریل ۲۰۰۶ء) سے نافذ العمل ہوگا۔

(۳) دائرۂ کار:

تحریک کا دائرۂ کار پوری روئے زمین ہوگا۔

☆ غیر مسلم دنیا میں فروغِ اسلام کے لئے تبلیغی مراکز اور اسلامی ممالک میں خلافت اکیڈمیز قائم کی جائیں گی۔ مرکزی خلافت اکیڈمی، B / 155 سوئی ناردرن آفیسرز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی نزد DHA فیز IV غازی روڈ لاہور میں قائم کر دی گئی ہے۔

(۳) عقیدہ

☆ اللہ تعالیٰ کے کلّی اقتدار کا اثبات اور غیر اللہ کے اقتدار کی نفی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تنفیذِ شریعت کے لئے کامل و اکمل نمونہ ہے۔

(۴) نصب العین

☆ اللہ کی خوشنودی اور فلاحِ اُخروی کا حصول۔

☆ مسلمانوں کو اسلام کے دنیاوی فوائد سے آگاہ کرنا اور ان فوائد کے حصول کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنا۔

☆ پاکستان میں نظامِ خلافت کا نفاذ۔

☆ اسلامی دنیا میں منصبِ خلافت کی بحالی۔

☆ دنیا میں وحدتِ انسانی کا قیام۔

(۵) شرائطِ رُکنیت

ہر عاقل و بالغ مسلمان مَرد اور عورت جو تحریک کے نصب العین اور اغراض و مقاصد سے متفق ہو، "**عہدِ معاونت**" فارم پُر کر کے تحریک میں شمولیت اختیار کر سکتا ہے۔ "عہدِ معاونت" فارم پُر کرتے ہی وہ ایسا تحریکی کارکن ہو گا جس کا ہر آنے والا لمحہ گذرے ہوئے لمحے سے زیادہ سرگرم و فعال ہو گا۔

☆**معاون:**

عہدِ معاونت پُر کرنے والا / والی تحریک کا معاون کہلائے گا / گی۔

☆**رُکنِ تحریک:**

ہر وہ معاون جسے تحریک کے کام کا فکری شعور حاصل ہو اور وہ عملی کام کرنے کا جذبہ رکھتا ہو اپنے علاقہ کے امیر کی تصدیق کے بعد رکنِ تحریک کہلائے گا۔

☆**رُکنِ شوریٰ:**

ہر وہ رُکنِ تحریک جو پندرہ روزہ تربیتی کورس مکمل کر کے سند حاصل کر چکا ہو رُکنِ شوریٰ بننے کا اہل ہو گا۔

ہر رُکنِ شوریٰ پر لازم ہو گا کہ وہ اپنے علاقہ میں تربیتی کورس کرانے کا اہتمام کرے۔

(۶) مجلسِ شوریٰ

بحساب علاقہ مجلس شوریٰ کے ارکان کی تعداد کم و بیش ہو سکتی ہے، ایک یونین کونسل کے حلقہ میں مجلس شوریٰ کے ارکان کی کم از کم تعداد دَس ہو گی۔

☆ اوپر کے تمام بڑے حلقے درجہ بدرجہ زیریں حلقوں کی مجلس شوریٰ سے کم از کم ایک اور زیادہ سے زیادہ دو نمائندے لے کر اپنی مجلس شوریٰ ترتیب دیں گے۔

☆ مرکز کی طرف سے کسی علاقہ میں امیر کی نامزدگی کی صورت میں امیر مجلس شوریٰ قائم کرے گا۔

☆ ہر سطح کے امیر کی معاونت اُس کی مجلسِ شوریٰ کرے گی۔

☆مجلس شوریٰ دیانت داری سے مشورہ دے گی اور طے شدہ امور کو سرانجام دینے میں امیر کی معاون بنے گی اور اطاعتِ امیر کا عملی مظاہرہ کرے گی۔

☆ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ہر رکن کو برملا اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہو گا تاہم اجلاس میں طے ہونے والے اُمور سے انحراف کا حق حاصل نہیں ہو گا۔

☆ امیر اپنی مجلس شوریٰ کی آراء کو بغور سنے گا، عادلانہ اور مبنی بر حق آراء کو ملحوظِ خاطر رکھے گا۔

☆ ہر سطح پر ہونے والے اجلاسوں کی کارروائی ضلع، صوبہ اور مرکز کو ارسال کی جائے گی۔ جبکہ مرکز اپنے اجلاس کی کارروائی صوبوں کو ارسال کرے گا، صوبے اضلاع کو اور اضلاع تمام مقامی علاقوں کو وہ کارروائی اور فیصلے ارسال کریں گے۔

(۷) عہدے داران

امیر شریعت

☆ تحریک کے مرکزی امیر کو **امیر شریعت** کہا جائے گا۔

☆ **امیر شریعت** کا یہ عہدہ تاحیات ہو گا۔

امیر شریعت کی وفات، کسی شرعی عذر کی بنا پر از خود عہدہ چھوڑ دینے، رویہ تحریک کے منشور کے خلاف مسلسل جاری رہنے یا مجلسِ

شوریٰ کی مشاورت کو متواتر نظر انداز کرتے رہنے کی صورت میں مجلسِ شوریٰ اپنا مرکزی امیر منتخب کرے گی جو **امیرِ شریعت دوم** کہلائے گا۔ اسی طرح دوم کے بعد سوم، چہارم وغیرہ کی ترتیب قائم رہے گی۔

☆ ہر صوبے، ضلع، تحصیل اور حلقہ کا ذمہ دار فقط امیر کہلائے گا۔ مثلاً امیر صوبہ پنجاب، امیر یونین کونسل وغیرہ۔

ناظمین

(۱) ناظمِ عمومی (۲) ناظم اطلاعات و نشریات (۳) ناظم مالیات۔

☆ پورے پاکستان کا ایک ناظم عمومی ہوگا، جبکہ ہر صوبے، ضلع، تحصیل اور حلقہ کا بحساب علاقہ فقط ناظم ہوگا۔ مثلاً ناظم پنجاب، ناظم یونین کونسل وغیرہ۔

☆ پورے پاکستان کا ایک ناظم اطلاعات و نشریات ہوگا، جبکہ ہر صوبے، ضلع، تحصیل اور حلقہ کا بحساب علاقہ ناظم اطلاعات ہوگا۔ مثلاً ناظم اطلاعات پنجاب، ناظم اطلاعات یونین کونسل وغیرہ۔

☆ پورے پاکستان کا ایک ناظم مالیات ہوگا جو ناظم بیت المال کہلائے گا، جبکہ ہر صوبے، ضلع، تحصیل اور حلقہ کا بحساب علاقہ ناظم مالیات ہوگا۔ مثلاً ناظم مالیات پنجاب، ناظم مالیات یونین کونسل وغیرہ۔

انتظامی یونٹ

(۸) چونکہ تحریک کے کام کا آغاز پاکستان سے کیا جا رہا ہے اس لئے انتظامی یونٹ ضلع ہوگا۔ کام کو ضلع کی سطح پر منظم کیا جائے گا۔

(۹) ہر ضلع مزید مقامی انتظامی یونٹوں میں منقسم ہوگا۔ بڑے شہروں میں صوبائی اسمبلی کا حلقہ جبکہ دیہی علاقوں میں یونین کونسل کا حلقہ انتظامی یونٹ ہوگا۔

تحریکی کام کے چند وضاحتی نکات

(۱۰) تحریک اپنے کام کی پیش رفت کے لئے حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع کوئی بھی مثبت طریقہ اپنائے گی۔

(۱۱) تحریک کے زیرِ اہتمام تربیتی جلسے اور سیمینار ہو سکیں گے۔

☆ ایسے جلوس اور ریلیاں نکالنے پر پابندی ہوگی جس سے عوامی یا سرکاری املاک کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

(۱۲) تحریک کی تمام سرگرمیاں برملا اور اعلانیہ ہوں گی۔ زیرِ زمین سرگرمیوں کا کوئی طریقہ کار اختیار نہیں کیا جائے گا۔

(۱۳) تحریک کے پلیٹ فارم سے کوئی ایسا کام نہیں کیا جائے گا جس سے مفادِ عامہ کو زک پہنچے۔

(۱۴) مرکزی خلافت اکیڈمی سے انگریزی، عربی اور اُردو میں جریدہ جاری ہوگا۔

(۱۵) لٹریچر مرکزی خلافت اکیڈمی سے شائع کیا جائے گا۔ جبکہ دعوتی مراکز اپنی ضرورت کے مطابق اُس کی دوبارہ طباعت کرانے کے مجاز ہوں گے۔

تحریک کے چند درخشاں پہلو

(۱۶) تحریک اپنی ساخت، ترکیب اور نوعیت کے اعتبار سے کچھ شعبہ جات میں زیادہ سرگرم ہوگی جبکہ کئی شعبوں میں کم۔ تاہم جن شعبوں میں یہ خود زیادہ کام نہ کر سکے گی اُن میں ایسی تنظیموں، اداروں اور تحریکوں سے بھرپور تعاون کرے گی جو اُن شعبوں میں زیادہ فعال و سرگرم ہوں گی۔

(۱۷) فرقوں کی مصنوعی تقسیم نے اُمت کو متحارب گروہوں میں بانٹ رکھا ہے جو کتاب و سُنت سے انحراف ہے۔ اس لئے یہ تحریک مسلمانانِ عالم کو اتحاد و ادغام اور اجتہاد کا خوگر بنانے کی بھرپور کوشش کرے گی، کیونکہ اسی کمی کے باعث مسلمان اپنا مقام کھو بیٹھے ہیں۔

(۱۸) تحریک افراد کی صلاح و فلاح کا کام کرنے کے ساتھ ساتھ دینی جماعتوں اور تحریکوں کو بھی افراط و تفریط کا شکار ہونے سے بچائے گی۔

(۱۹) تحریک مقدور بھر کوشش کرے گی کہ اصلاحِ احوالِ اُمت میں مصروف ہر فرد اور جماعت کو ترغیب دے کہ وہ ادارۂ خلافت کی بحالی کے "**ایک**" کام میں لگ جائیں۔

تاہم اگر کسی فرد یا جماعت کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ ہوا تو **تحریک اَمارتِ شرعیہ** کی کوشش ہوگی کہ علیحدہ کام کرنے والی دینی جماعتیں اپنے طریقِ کار پر کاربند رہتے ہوئے ایک دوسرے کی حلیف تو ہوں مگر حریف کسی صورت میں نہ ہوں۔۔۔اِس لئے کہ ہدف تو بالآخر سب کا ۔۔۔**اِقامتِ دین**۔۔۔ہی ہے۔

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر ۔۔۔ تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
ثریّا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا ۔۔۔ گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

(اقبالؒ)

مآخذ و مصادر

قرآنِ حکیم، احادیثِ نبویؐ، سیرتُ النبیؐ

شخصیات

مولانا قاری محمد طیبؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ،

مولانا وصی مظہر ندویؒ،

ڈاکٹر میر معظم علی علویؒ، ڈاکٹر برہان احمد فاروقیؒ